

سائل

تحقیق
شبِ برأت

تحقیق
شبِ معراج

جب کے
روزہ کا حکم

کونڈوں
کی
حقیقت

ضعیف حدیث
پر عمل کرنے
میں مفاسد

نصف شعبان
میں ایصال
ثواب

شبِ برأت
میں شیعہ کی
خیانت

فقہ العظمیٰ مفتی اعظم حضرت قاری مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم



سَاتِ مَسَائِلَ

شب معراج، شب برات اور جبت شعبان کی دوسری بدعات



نظر ثانی

تالیف

فقیہ العصر فقیہ اعظم حضرت قدس مفتی مسید احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ

ناشر

الرشید



سات مسائل

نظر ثانی

۱۴۱۳ھ

کونڈوں کی حقیقت

رجب کے روزہ کا حکم

تحقیق شبِ معراج

تحقیق شبِ برات

شبِ برات میں شیعہ کی خیانت

نصف شعبان میں ایصالِ ثواب

ضعیف حدیث پر عمل کرنے میں مفاسد

۱۴۲۳ھ

تاریخ طبع
رجب الثانی

۱

۲

۳

۴

۵

۶

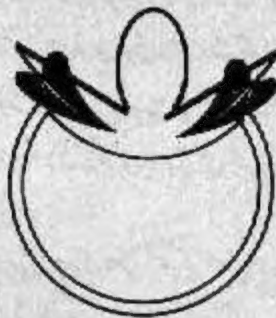
۷



دوسرے کے ہاں جا کر اسی جگہ یہ شیرینی کھالیں جہاں اس کو رکھا گیا ہے اور اس طرح اپنی خوشی و مسرت ایک دوسرے پر ظاہر کریں، جب اسکا چرچا ہوا تو اسکو حضرت جعفر صادق کی طرف منسوب کر کے یہ تہمت ان پر لگائی کہ انھوں نے خود اس تباہی کو اپنی فاتحیہ کا حکم دیا ہے، حالانکہ یہ سب منکھڑت ہے مسلمانوں پر لازم ہے کہ ہرگز ایسی رسم نہ کریں بلکہ دوسروں کو بھی اس کی حقیقت سے آگاہ کر کے اس سے بچانے کی کوشش کریں۔

شیعہ اپنے اور کبھی بہت سے عقائد اور خرافات تقیہ اور مکر و فریب کے ذریعہ مسلمانوں میں پھیلا چکے ہیں جن میں سے صرف چند مثالیں رسالہ ”منکرات محرم“ میں درج ہیں۔ واللہ، الہادی الی سبیل الرشاد،

۲۰ رجب ۸۰۰ ہجری



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

رجب کے روزہ کا حکم

سوال : ۲۷، رجب کا روزہ جو عوام میں مشہور ہے اس کا شریعت میں کوئی ثبوت ہے یا نہیں؟ بیتناواب بالتفصیل جو کہ مولوی الجلیل -

الجواب باسم ملہم الصواب

۲۷، رجب کے روزہ کا کوئی ثبوت نہیں بلکہ احادیث ذیل میں اس سے مانعت وارد ہوئی ہے -

① عن زید بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سئل رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم عن صوم رجب قال این انتم من شعبان (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۰۳)

② عن خرشہ بن الحرق قال رأیت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یضرب اکف

الناس فی رجب حتی یضعوها فی الجفان ویقولے کلوا فانہا ہوشہما کان

یعظمہ اهل الجاہلیۃ (حوالہ بالا)

③ کان ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اذا رأی الناس وما یعدون

لرجب کوفہ ذلک (حوالہ بالا)

④ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال لا یمکن ان ینسوا ولا ینسیا

ولا رجبیا (حوالہ بالا)

⑤ عن خرشہ بن الحرق قال رأیت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یضرب اکف الرجال فی صوم رجب حتی یضعوها فی الطعام ویقولے جہب

وما رجب انہما رجب شہر کانت تعظمہ الجاہلیۃ فلما جاء الاسلام ترک

(کنز العمال ص ۳۰۹ ج ۸)

⑥ عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان امراة ذکرته لہا انہا

تصوم رجب فقالت ان کنت صائمة شہرا الاحوالۃ فعلیک بشعبان

فان فیہ الفضل (حوالہ بالا)

④ عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما انه النبي صلى الله عليه وسلم
 شفى عن صيام رجب (ابن تاجه ص ۱۲۵)
 قال الشوكاني فيه ضعيفان زيد بن عبد الحميد وراؤد بن
 عطاء (نيل الاوطار ص ۴۲۷)

قلت ينبغي العمل بالضعيف للحذر من المحذور لا سيما اذا
 وافق الحديث الصحيح وتأيداً بانشار الصحابة رضي الله تعالى عنهم
 كتب "الموضوعات" میں اس رات کی عبادت، اس دن کے روزہ اور
 اس میں بعثت کی سب روایات کو غیر مقبر قرار دیا گیا ہے۔

حکمی ابن السبکی عن محمد بن منصور السمعانی انه قال لم يرد
 في استحباب صوم رجب على الخصوص سنة ثابتة والاحاديث التي
 روي فيها هي (لا يفرج بها عا لم نيل الاوطار ص ۴۲۷)

وقال المحافظ رحمه الله تعالى في تبیین العجب بما ورد في فضل
 رجب "بعد انكاره على الروايات الباطلة في فضل رجب (وروي)
 في جزء ابن معاذ "الشاة المروزي وفي فضائل رجب" لعبد العزيز
 الكتاني من طريق ضميمة عن ابن شوزب عن مطر الوراق عن شهر
 ابن حوشب عن ابن هريجة رضي الله تعالى عنه قال من صام يوم
 سبع وعشرين من رجب كتب الله له صيام ستين شهراً وهو اليوم
 الذي هبط فيه جبريل عليه السلام بالرسالة (وهذا) موقع في
 ضعيف الاسناد وهو امثل ما ورد في هذا المعنى (تبیین العجب ص ۳)
 امام غزالي رحمه الله تعالى نے اسی روایت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 کو احیاء العلوم میں مرفوعاً ذکر فرمایا ہے، امداد القفاوی میں ایک سوال
 میں امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دوسری تصنیف "مکاشفة القلوب"
 سے بھی یہی روایت مرفوعاً نقل کی گئی ہے۔

روایت "احیاء" کے ذیل میں عراقی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:
 حدثني ابی ہریرة رضي الله تعالى عنه من صام يوم سبع وعشرين
 من رجب كتب الله له صيام ستين شهراً وهو اليوم الذي هبط
 رجب کا روزہ

فیہ جبریل علیہ السلام علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم رواہ
ابوموسیٰ المدینی فی کتابہ "فضائل الہیالی والایام" منہ روایت شہرہ
ابن حوشب عنہ (احیاء العلوم ص ۳۶۱ ۳۶۲)

اس روایت کی سند کی تحقیق کے لئے ابوموسیٰ المدینی کی کتاب مذکورہ
کی جستجو کی گئی مگر کوشش کے باوجود دستیاب نہ ہوئی، بظاہر یہ روایت
وہی ہے جس کے بارے میں حافظ رحمۃ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اوپر یوں تحریر کیا جا چکا ہے:
"یہ موقوف ہے، ضعیف ہے، اس سلسلہ میں کسی اور روایت میں
اس مقبلی صلاحیت بھی نہیں۔"

اگر کوئی دوسری سند فرض کر ل جائے تو بھی اس میں شہر بن حوشب
تو ہے ہی جو ضعیف ہے۔ اس کے بارہ میں ضعیفے کے علاوہ منکوی
ساقط، لایعتج بہحد یشہ ولایتین بہ جیسے الفاظ بھی کہے گئے ہیں
(تہذیب التہذیب ص ۳۲۳ ج ۳)

علاوہ ازیں یہ روایت وجہ ذیل کی بنا پر بھی قابل قبول نہیں:
① سند رجہ بالا احادیث مرفوعہ و آثار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے
خلاف ہے۔

② معول ہے، اس لئے کہ اس میں اس دن کو میداً وحی بتایا
گیا ہے جو بالاتفاق غلط ہے۔

③ عوام اس روزہ کی فضیلت معراج کی وجہ سے سمجھتے ہیں حالانکہ
اس کا شب معراج ہونا مختلف فیہ ہے، اقوال مختلفہ میں سے کسی کے
لئے کوئی وجہ ترجیح نہیں۔ اسکی تفصیل رسالہ "تحقیق شب معراج"
میں ہے۔

④ مذہب شیعہ میں ابتدا وحی اور معراج کی تاریخ ۱۲ رجب ہے
جیسا کہ ان کی کتاب "تختہ العوام" میں تحریر ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے
کہ یہ روایت کسی شیعہ نے وضع کی ہے۔

حاصل یہ کہ اس دن کا روزہ بدعت اور ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
الرفی قعدہ ۱۳۰۸ھ



مَنْ أَحَدَّثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ (متفق علیہ)
جو کہ اس دین میں کوئی نئی بدعت نکالے گا جو اس میں نہیں وہ مردود ہے



شرب معراج کو یقینی طور پر ۲۷ رجب قرار دینا بہاالت ہے
اس بات میں عبادت کو زیادہ ثواب سمجھنا بدعت ہے

۲۷ رجب کو

عبادت کی رات سمجھنا بہالت و بدعات کا مجموعہ

بدعت کیا ہے؟

بدعت! اللہ تعالیٰ کی حکومت کے مقابلہ

میں اپنی متوازی حکومت قائم کرنا ہے۔

بدعت! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے علم سے اپنے علم کو زیادہ قرار دینا ہے۔

بدعت! حضرت صحابہ کرام رضی اللہ

تعالیٰ عنہم پر دین سے بے اعتنائی اور فکر

آخرت سے غفلت کا الزام ہے۔



تحقیق شب معراج

سوال : شب معراج ۲۷ رجب میں عبادت کا مسنون طریقہ کیا ہے؟ مفصل تحریر فرما کر مسنون فرمائیں، بینوا تو جروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

شب معراج کے بارے میں چند غلط نظریات بہت عام ہو چکے ہیں جنکی تفصیل درج ذیل ہے :

① ۲۷ رجب کو یقینی طور پر شب معراج قرار دینا۔

② شب معراج کو عبادت کی رات سمجھنا۔

③ عبادت کے لئے مخصوص اقسام کی تعیین۔

نظریہ اول کو ردید :

۲۷ رجب کو یقینی طور پر شب معراج قرار دینا سراسر غلط ہے، اس میں کئی اقسام

کے بہت اختلافات ہیں، صرف تاریخ ہی میں نہیں بلکہ مبداء میں، سال میں، پہینے میں، تاریخ میں، دن میں، ہر ایک میں کئی کئی اقوال ہیں۔

مبدأ :

اس میں پانچ اقوال ہیں :

① بیتہ صلی اللہ علیہ وسلم

② بیت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا

③ حطیم

④ قریب حجر اسود

⑤ بین المقام و زمزم

سالہ اور اس کے اجزاء :

تحقیق شب معراج

اس میں تقریباً چھتیس اقوال ہیں :

- ① قبل البعثة ② بعد البعثة ایک سال چھ ماہ = رمضان
- ③ ۳۰۰ نبوی ④ بعد البعثة پانچ سال = ربیع الاول
- ⑤ ۳۰۰ نبوی ⑥ بعد البعثة دس سال = ربیع الاول
- ⑦ بعد البعثة دس سال تین ماہ = جمادی الآخرہ ⑧ ۳۰۰ نبوی
- ⑨ قبل الهجرة چھ ماہ = رمضان
- ⑩ قبل الهجرة آٹھ ماہ = رجب
- ⑪ قبل الهجرة ایک سال = ربیع الاول
- ⑫ قبل الهجرة ایک سال دو ماہ = محرم
- ⑬ قبل الهجرة ایک سال تین ماہ = ذی الحجہ
- ⑭ قبل الهجرة ایک سال چار ماہ = ذی قعدہ
- ⑮ قبل الهجرة ایک سال پانچ ماہ = شوال
- ⑯ قبل الهجرة ایک سال چھ ماہ = رمضان
- ⑰ قبل الهجرة تین سال = ربیع الاول
- ⑱ قبل الهجرة پانچ سال = ربیع الاول

بعثت میں دو قول ہیں، ربیع الاول اور رمضان، ہجرت میں بھی دو قول ہیں، بعثت سے دس سال بعد اور تیرہ سال بعد۔ اس طرح عدد مذکور تقریباً دو گنا ہو جائے گا، نمبر ۶ میں نمبر ۱ اور نمبر ۸ میں نمبر ۱۲ اور نمبر ۱۶ داخل ہیں، معنی انھیں مستقل اسی بنا پر شمار کیا ہے۔

ماہ :

اس میں آٹھ اقوال ہیں :

محرم، ربیع الاول، ربیع الآخر، رجب، رمضان، شوال، ذی قعدہ، ذی الحجہ۔

ان میں سے بعض مہینوں کے اقوال کی کتب سیرت میں تصریح ہے اور بعض سالوں

کی مذکورہ فہرست سے التزاماً ثابت ہوتے ہیں۔

تالیخ :

اس میں نو سے زیادہ اقوال ہیں :

تحقیق شب معراج

باب رد البعثات

۱۲ ربیع الاول، ۱۷ ربیع الاول، ۲۷ ربیع الاول، ۱۷ ربیع الآخر، ۲۷ ربیع الآخر، ۲۷ رجب، ۱۷ رمضان، ۲۷ رمضان، ۲۷ شوال۔

یہ نو اقوال پانچ مہینوں کی تواریخ میں ہیں، بقیہ میں ماہ محرم، ذی قعدہ، ذی الحجہ کی تواریخ منقول نہیں، اس طرح تواریخ میں مجموعہ اقوال نو سے زیادہ ہو جاتے ہیں۔

دنا :

اس میں تین اقوال ہیں : جمعہ، ہفتہ، پیر۔
ان اقوال کثیرہ میں سے کسی کے لئے کوئی وجہ ترجیح نہیں۔
۲۷ رجب سے متعلق حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

وقد اختلفوا في الاحتفال بعبادة الغني بن سرور المقدسي في سيرة ابن الاسراء
كان ليلة السابع والعشرين من رجب وقد اورد حديثا لا يصح سنداً ذكرنا
في فضائل شهر رجب (بداية ص ۱۰۹ ج ۳)

غرضیکہ کوئی قول بھی کسی دلیل پر مبنی نہیں، سب محض خیالات ہی خیالات ہیں۔
چونکہ اس رات یا دن سے متعلق کوئی حکم شرعی اور کسی قسم کی کوئی عبادت نہیں، اس لئے
نہ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے از خود اسکی طرف کوئی اشارہ فرمایا اور نہ ہی حضرت
صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے کسی نے دریافت کرنے کی ضرورت سمجھی، اسکی
تصیین کو لغو قرار دیکر اس سے مکمل طور پر سکوت اختیار کیا گیا، بلکہ موجب فساد عقیدہ
و بدعات ہونے کی وجہ سے اسکی طرف توجہ اور اسکی تحقیق کو گویا ناجائز قرار دیا گیا۔

اگر حفاظت دین کی یہ مصلحت پیش نظر نہ ہوتی تو کم از کم تجسس حالات حبیب صلی اللہ
علیہ وسلم کو حقوق و مقتضیات محبت ہی میں شمار کر کے اس کے بارے میں کسی بھی
نے سوال کر لیا ہوتا۔

اس بحث کے آخر میں ابوامامہ بن النفاش، علامہ قسطلانی اور علامہ زرقانی
رحمہم اللہ تعالیٰ کا فیصلہ بھی پڑھ لیجئے، موابہب لدنیہ مع شرح زرقانی میں تحریر ہے :
(واما ليلة الاسراء فلم يأت في اوجية العمل فيها حديث صحيح) ارادہ بنا
بشکل الحسن بدلیل قوله (ولا ضعيف) ولذا لم يعينها النبي صلى الله عليه وسلم
لاصحابه ولا عيبتها احد من الصحابة باسناد صحيح ولا هم الى الان ولا لهم

راہی ان تقوم الساعة فيها شيء) لانه اذا لم يصح من اول الزمان لزوم ان لا يصح
في بقية لعدم امكان تجدد واحد عادة يطلع على ذلك بعد الزمن الطويل
وهذا لا يشكك عليه ما قبله انه كان ليلة سبع عشرة اوسبع وعشرين خلت من
شهر ربيع الاول اوسبع وعشرين من رمضان او من ربيع الآخر او من رجب و
اختير وعليها العمل لان ابن النقاش لم ينف الخلف فيها من اصله وانما نفى
تعيين ليلة مخصوصها للاسراء وانما احكم (وممن قال فيها شيئاً فانما قال من كيسه)
اي من عند نفسه دون استناد لنص يعتمد عليه (لمرجع ظهوره استأنس به) لما
جزم به (ولهذا) اي عدم اتيان شيء فيها (تصادمت الاقوال فيها وتباينت ولم
يثبت الامر فيها على شيء ولو توافق بها لثبته للائمة ولو ذرأ اي شيئاً قليلاً لجلد الالبنة
لهم نبيهم صلى الله عليه وسلم) لانما حرص على تفهيم (المتأني) كلامه
اي امامته (رد قاضي على المواهب ص ۶۸۹)

کتنے وثوق و اعتماد کے ساتھ پوری دنیا کو تھمہ کی اور پیانچ کر رہے ہیں کہ اس بارے
میں تاقیامت کوئی ضعیف سے ضعیف روایت بھی پیش نہیں کر سکتا۔

۲۷ رجب کی شہرت شیعیت کا اثر ہے، مذہب شیعہ میں ابتداء روحی و اسرار کی
تاریخ ۲۷ رجب ہے۔ جیسا کہ ان کی مشہور کتاب ”تحفة العوام“ میں تحریر ہے۔

شیعہ قوم نے تلبیس اور عیاری و مکاری میں خصوصی مہارت کے ساتھ اپنے
بہت سے عقائد و نظریات مسلمانوں کے دل و دماغ میں منتهائی چابکدستی سے اس طرح
اُتار دیے ہیں کہ کسی کو اس کا احساس تک نہیں ہوتا، انکی فریب کاریوں کی فہرست بہت
طویل ہے جن میں سے بعض کا بیان میرے رسالہ ”منکرات محرم“ میں ہے۔

نظریہ ثانیہ کو تردید!

عبادت کے لئے اس رات کی تخصیص کا کوئی ثبوت نہیں، لہذا اس کو خاص طور
پر عبادت کی رات سمجھنا بدعت ہے۔

اگر دوسری مبارک راتوں کی طرح اس رات میں بھی عبادت کی کوئی فضیلت
ہوتی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسے بیان فرماتے اور امت کو انکی ترغیب دیتے۔
اور مواہب لدنیہ اور شرح زرقانی سے ابوامامہ بن النقاش، علامہ قسطلانی اور

یاب روالبدعات

علامہ زرقانی رحمہم اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اور حیلین نقل کیا جا چکا ہے کہ رہتی دنیا تک ایسی کوئی ضعیف سے ضعیف روایت بھی نہیں مل سکتی۔

وقال العلامة الألوسی رحمہ اللہ تعالیٰ بعد نقل الاقوال المختلفة والأراء المضطربة في تعيين ليلة الاسراء وهي على ما نقله السفير في عن الجبه ورافضه الليالي حتى ليلة القدر رزالي قوله (لعمدہ) يفرغ التعب فيهما والتعب في ليلة القدر ومشتروع الى يوم القيامة (روح المعاني ص ۳۷۵)

قال الامام الغزالي رحمہ اللہ تعالیٰ ليلة سبع وعشرين منه وهي ليلة المعراج وفيها صلوة مأثورة فقد قال صلى الله عليه وسلم للعالم في هذه الليلة حسنات مائة سنة فمن صلى في هذه الليلة اثنتي عشرة ركعة يقرأ في كل ركعة فاتحة الكتاب وسورة من القرآن ويتشهد في كل ركعتين ويسلم في آخرهن ثم يقول سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر مائة مرة ثم يستغفر الله مائة مرة ويصلي على النبي صلى الله عليه وسلم مائة مرة ويدعو لنفسه بما شاء من امر دنياه وآخرته ويصبح صائماً فان الله يستجيب دعائه كله الا ان يدعو في معصية۔

قال العلامة العراقي رحمہ اللہ تعالیٰ: "حديث الصلوة المأثورة في ليلة السابع والعشرين من رجب" ذكر ابو موسى المديني في كتاب فضائل الليالي والايام ان ابا محمد الجباري روى من طريق الحاكم ابى عبد الله عن رواية محمد بن الفضل عن ابيه عن انس رضي الله تعالى عنه مرفوعاً، ومحمد بن الفضل وابان ضعيفان جداً والحديث منكر لأحياء العلوم ص ۱۳۶ (نظرياً ثالثاً كونه توقيفاً)

جب یہ ثابت ہو گیا کہ شب معراج میں کوئی عبادت مشروع نہیں اور اسکو عبادت کی رات سمجھنا بدعت ہے تو اس میں عبادت کا کوئی خاص طریقہ متعین کرنا اور اسے منسوخ سمجھنا بطریق اولیٰ بدعت شنیعہ اور بہت سخت گناہ ہے،





ایک نہایت اہم سوال

ادارہ بیت زبردست اشکال

○ شبِ معراج کی تعیین میں تقریباً چھتیس اقوال ہیں۔

○ اسقدر اہم اور ایسی مبارک رات کے بارے میں اتنا شدید اختلاف کیوں؟

○ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مبارک رات کی تفصیل تو بیان فرمائی

مگر اس کی تعیین سے مکمل سکوت کیوں اختیار فرمایا؟

○ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس شب کو تلاش کرنے کی کوئی

کوشش کیوں نہیں فرمائی؟ اسقدر بے اعتنائی کہ کسی ایک صحابی نے بھی اس بارے

میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں پوچھا۔

○ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شدتِ محبت

کی وجہ سے آپ کے وہ حالات بلکہ خودِ حال تک بھی بہت غور سے دیکھتے تھے جن سے کوئی

حکم شرع متعلق نہیں، غلبہ شوق سے ایک دوسرے سے پوچھتے، بتاتے اور باہم تذکرہ

کرنے کے لطف اندوز ہوتے، اس عشق و محبت کے باوجود انھوں نے شبِ معراج سے

اسقدر بے اعتنائی کیوں برتی؟

جواب : اس کا جواب پوری دنیا سوچنے بیٹھنے اور قیامت تک سوچتی رہے

تو بھی اسکے سوا کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات میں نہ تو

کسی خاص عبادت کا حکم فرمایا ہے اور نہ ہی انہیں عام عبادات کی کوئی فضیلت اور

دوسری باتوں کی بنسبت اجر و ثواب میں کوئی زیادتی بیان فرمائی ہے، اسلئے حضرات

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اسکی تعیین کی طرف توجہ کو بے سود اور لغو و عبث قرار دیا۔

اس جواب کے بعد بھی یہ اشکال بدستور باقی ہے کہ اگرچہ اس سے کوئی حکم شرع

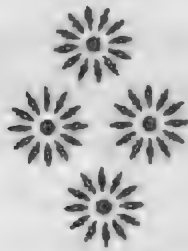
والستہ نہیں تاہم بمقتضائے محبت ہی اس طرف توجہ کی جاتی، جب حضور اکرم صلی اللہ

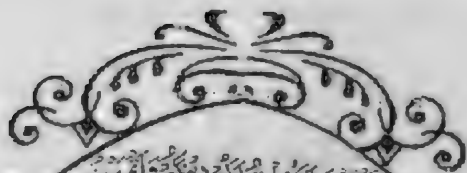
علیہ وسلم کے خدو خال اور نقش و نگار کو بھی محض بمقتضائے محبت ضبط کرنے کا اہتمام کیا گیا تو آخر اس شب سے اس قدر بے اعتنائی کی کیا وجہ؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس شب میں خرافات و بدعات کی بھرمار کا شدید خطرہ تھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے سید باب کی غرض سے اس کو مبہم رکھنا ہی ضروری سمجھا۔

دین اسلام کی اور بالخصوص اس مبارک رات کی خرافات و بدعات سے حفاظت کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمودہ اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قلوب میں افکار کردہ اس تدبیر کو بعد کے عاشقان رسولؐ نے قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا، صراطِ مستقیم سے کھلا انحراف کر کے ۲۷ رجب کی تعیین بھی خود ہی گھر بیٹھے کر لی پھر اسکو عبادت کی رات قرار دینے اور اس میں طرح طرح کی عبادات خود ایجاد کرنے کی بدعات بھی۔ واللہ، هو العاصم منہ الاحداث فی الدین۔

۸ شعبان ۱۴۱۰ ہجری





الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ

عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ۝

آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنا انعام

تمام کر دیا اور دین اسلام کو تمہارے لئے پسند کر لیا۔

مَنْ آمَنَ بِي فِي آخِرِ يَوْمٍ هَذَا أَمَّا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ كَرِهٌ (متفق علیہ)

جو وہاں اس دین میں کوئی نئی بدعت نکالے گا جو اس میں نہیں وہ مردود ہے۔

كُلُّ شَيْءٍ عَدَا ذَلِكَ فَهُوَ كَرِهٌ مُضِلٌّ فِي النَّارِ۔ (بخاری، نسائی)

”ہر بدعت گمراہی ہے، اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔“

نَصِيئَتَايَا لِلَّهِ رَبِّمَا وَبِالْإِسْلَامِ دِينِي

وَيُحِبُّ حَسْبِيَ عَلَى اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيًّا (بخاری)

”بسم اللہ کو رب مان کر اور اسلام کو دین مان کر اور حضرت محمد صلی اللہ

علیہ السلام کو نبی مان کر راضی ہیں۔“

زہد و ورع کو خشق و صدق و صفا

و لم یکن میفرمایا بر مصطفیٰ کو تم

زہد و تقویٰ اور صدق و صفا میں خوب کوشش کریں حضور اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پر زیادتی ہرگز نہ کری۔




 جو ہمارے اس دین میں کوئی نئی بدعت نکالے گا جو آپس میں نہیں وہ مردود ہے۔
 تَعْلَمُ الْخَلَائِقُ أَنَّ اللَّهَ أَمَّا إِلَهُكُمْ عَلَيْهِ تَقَرُّوْنَ وَرَبُّكُمْ عَلِيمٌ

تحقیق

شبِ برات

انصاف شعبان کے فضائل و احکام میں معتدل کلام



دنیا و آخرت میں راحت و سکون کا نسخہ

قرآن و حدیث اور عقل سلیم کا فیصلہ ہے کہ دنیا و آخرت کی ہر مصیبت و پریشانی سے حفاظت اور راحت و سکون کا واحد ذریعہ صرف یہ ہے :

”اللہ تعالیٰ کے سب نافرمانیوں سے توبہ کر کے پوری زندگی اسلام کے مطابق بنائی جائے“

جن روایات میں اوقات مبارکہ میں عبادت یا بعض خاص اُرداد پر مصائب و نیوید و آخرت سے نجات کی بشارات ہیں ان کا مطلب یہ ہے :

① اس نیت سے نفل نماز یا اُرداد پڑھے کہ ان کی برکت سے سب گناہ چھوڑنے اور پوری زندگی شریعت کے مطابق بنانے کی ہمت پیدا ہو جائے۔

② ہر قسم کے گناہوں سے خوب ندامت سے استغفار کرے۔

③ مکمل دیندار بننے کے لئے پوری کوشش بھی کرتا ہے۔

④ دُعا کا بھی داعی معمول بنائے۔

لکن شرائط کے ساتھ نفل نماز یا اُرداد پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے گناہوں کا چھوڑنا اور پوری زندگی شریعت کے مطابق بنانا آسان ہو جائے گا تو ہر مصیبت سے نجات ملے گی۔

گناہوں سے بچنے پانے کی فکر اور کوشش کے بغیر محض اُرداد و وظائف سے سکون مل جانے کا خیال بالکل غلط اور اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح فیصلوں کے خلاف ہے۔



تحقیق شبِ براءت

سوال: شیخ عبدالعزیز بن باز کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں لکھا ہے کہ ہندو ہیں شعبان کی کوئی فضیلت کسی حدیث سے ثابت نہیں، اپنی شام کی تخریق بدعت ہے، جبکہ یہاں کے علماء اسکے فضائل میں کئی احادیث بیان کرتے ہیں، اس کی حقیقت تحریر فرمائیں، بیدار توجہ!۔

الجواب باسمِ اللہ الصواب

میں نے ۱۳ محرم ۱۴۱۲ھ میں اس کا مفصل جواب بنام ”عظمت شعبان“ لکھا تھا جو میرے رسالہ ”سات مسائل“ میں شائع ہوا تو اس کے بعض مباحث پر بعض علماء نے اشکال ظاہر کیا، اس لئے اس پر نظر ثانی کی گئی جس کا حاصل یہ ہے:

- (۱) اس رات کا نام ”شبِ براءت“ کسی روایت سے ثابت نہیں۔
- (۲) اس میں نزولِ قرآن اور تقدیر کے فیصلے ہونے کے خیالات نصِ قرآن کے خلاف ہیں اس بارے میں کوئی روایت بھی ایسی قوی نہیں کہ اس کا قرآن سے تعارض رفع کرنے کے لئے مختلف بے بنیاد تأویلات بعیدہ تلاش کرنے پر محنت کی جائے (تفسیر ابن کثیر ص ۱۳۵ ج ۳)
- (۳) اس میں اموات کو ایصالِ ثواب کی رسم بدعت ہے، بہشتی زیور اور اصلاح الرسوم میں اس کی سنیت تحریر ہے مگر حضرت حکیم الامتہ قدس سرہ نے امداد الفتاویٰ میں اس سے رجوع کا اعلان فرمایا ہے، حضرت حکیم الامتہ قدس سرہ کی تحریر آگے آرہی ہے۔
- (۴) قبرستان جا کر اموات کے لئے دُعا و مغفرت میں اختلاف ہے جس کی تفصیل امداد الفتاویٰ میں ہے، طیب و بدعت و منکرات اور غلبہ فساد کے اس دور میں بالاتفاق ممنوع ہے۔
- (۵) طویل بحث کے بعد اکابر علماء دیوبند و جمہور علماء اللہ کے آخری فیصلہ کی تحریر آگے آرہی ہے۔ اس دن کا روزہ کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں، فقہ کی کسی کتاب میں بھی اس کا

کوئی ذکر نہیں، اس لئے اس کو سنت یا مستحب سمجھنا جائز نہیں،

⑥ اس رات کی فضیلت میں اختلاف ہے، ایک جماعت کسی بھی قسم کی فضیلت کی منکر ہے جس کی تفصیل کتب ذیل میں ہے :

① احکام القرآن لابن العربی ص ۱۶۷ ج ۲

② الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ص ۲۷۷ ج ۱۶

③ طائف المعارف لابن رجب ص ۱۲۲

④ المحاذث والبدع للطروشی ص ۱۳

⑤ تذکرۃ الموضوعات للبتنی ص ۳۵ ⑥ افتقار الصراط المستقیم لابن تیمیہ ص ۲۰

ان کتب کی عبارات آگے آرہی ہیں۔

جمہور افراد عبادت مطلقہ کی فضیلت کے قائل ہیں۔

اس پر پوری اہمیت کا جماع ہے کہ اس رات میں کسی قسم کی عبادت کی تعیین، اس میں مختلف اقسام کی تقییدات و اجتماعات وغیرہ سب خرافات و بدعات ہیں، اس بارے میں جتنی بھی روایات ہیں سب موضوعہ ہیں۔

⑤ بحث روادۃ بعض علماء کی تحریرات سے اعتماداً نقل کی گئی تھی، ان علماء پر اعتماد کے علاوہ حوالجات کے مراجعہ سے تصدیق بھی کر لی، مزید تحقیق و تنقیر کی ضرورت نہ سمجھی، بعد میں معلوم ہوا کہ یہ بحث نامکمل ہے، اس پر اعتماد نہ کیا جائے، بعض دوسری کتابوں میں بعض روایت کی تعدیل بھی منقول ہے جس کے مقابلہ میں روایات جرح بخروج ہیں۔

مذکورہ بالا نمبروں کی بالترتیب تفصیل :

② قال الحافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ :

ومن قال انها ليلة النصف من شعبان كما روي عن عكرمة فقد ابدل النجعة فان نص القرآن انها في رمضان والاحديث الذي رواه عبد الله بن صالح عن الليث عن عتيق عن الزهري اخبرني عثمان بن محمد بن المغيرة بن الانس قال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال تقطع الاجال من شعبان الى شعبان حتى ان الرجل لينكح و يولد له وقد اخرج اسمه في الموتي فهو حديث موصلة ومثله لا يعارض به المصنفين (تفسير ابن کثیر ص ۱۲۷ ج ۲)

تحقیق شبِ برات

”اور جن نے کہا کہ یہ نصف شعبان کی رات ہے جیسا کہ حکمرانہ سے روایت کی جاتی ہے کہ اس نے یقیناً بالکل بے محل بات کہی ہے، اس لئے کہ بلاشبہ نص قرآن ہے کہ یہ شب یقیناً رمضان میں ہے اور وہ حدیث جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے :

”ایک شعبان سے دوسرے شعبان تک کے فیصلے ہوتے ہیں، حتیٰ کہ ایک شخص نکاح کرتا ہے اور اس کے ہاں بچہ بھی پیدا ہو جاتا ہے حالانکہ اسکا نام اموات میں لکھا ہوتا ہے“

یہ حدیث مرسل ہے، اس قسم کی روایات سے مخصوص قرآن کا تعارض نہیں کیا جاسکتا؟

فیصلہ اکابر علماء دیوبند

(۳۳)



الفاظ حدیث اور تحقیقی شراح سے اس قدر ضرور ظاہر ہوتا ہے کہ اس مغفرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس رات میں یقیناً تشریف لیجانا اور دعا فرمانا بعض خصوصیات کی وجہ سے تھا جن میں سے اموات مسلمین کو بھی عموم رحمت و دعائے مغفرت میں شامل فرمانا تھا، اور اگرچہ یہ خسہ رُج اور دعا عادتِ مستمرہ ہو تب بھی اس خاص رات کا خروج اور دعا دلیل استحباب دعا لایموات فی لیلة البراءۃ ہے، کیونکہ جیسا اس شب میں نزول رحمت خصوصیت کے ساتھ ہے جیسا کہ وارد ہوا :

یُنْزَلُ فِيهَا الْغُرُوبُ الْقَاهِرُ، الْحَلِيقُ

اسکا طرح آپ کا خروج بھی دیگر لیالی کے خروج سے ممتاز و خاص تھا، بہر حال اس قدر حدیث سے ضرور ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے یقین میں تشریف لیجانے اور دعا میں مشغول ہونے کی یہ وجہ فرمائی :

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یُنْزِلُ لَیْلَۃِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ، الْحَلِيقُ۔

پس اس رات میں خروج الی المقابر و دعا لایموات بھی حدیث کا مدلول ہوا، لیکن یہ ضرور ہے کہ اس کا التزام اور اس پر اصرار ٹھیک نہیں، اور جو خرابیاں اس پر متفرع ہیں

تحقیق شب براءت

وہ ظاہر ہیں، پس ان عوارض کی وجہ سے منع کرنا ہی احوط ہے۔

وہ در صدقہ و خیرات کے لئے یہ رات چونکہ ایک وقت متبرک و مقبول ہے، اس لئے کچھ مضائقہ اس میں نہ تھا، مگر عوام کے زعم تعین و تخصیص کی وجہ سے اس خصوصیت کو اٹھایا جاوے گا۔

حاصل یہ ہے کہ حکم صدقہ و خیرات کا مطلقاً ہے، جمیع اوقات اس کے محل ہیں خصوصاً اوقات وازنہ متبرکہ، مقبولہ میں زیادہ تر امید قبولیت ہے، لیکن دوسرے وجوہ سے اس خصوصیت کو منع کیا جاوے گا، دعا و اموات جو اس رات میں ثابت ہے اس پر قیاس کر کے خصوصیت صدقہ و خیرات ثابت کرنا ٹھیک نہیں معلوم ہوتا۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اس حدیث کی شرح میں ارقام فرمایا ہے اس کا نقل کر دینا مناسب ہے :

(فقال ان الله تعالى ينزل) ای من الصفات الجليلة الى النعوت الجميلة زيادة ظهور في هذا التجلي از قد ورد في الحديث سبقت رحمتي على غضبي وفي رواية غلبت ليلة النصف من شعبان) وهي ليلة البراءة ولعل وجه تخصيصها لانها ليلة مباركة نفيا عما يغرق كل امرئ في خطيئة عظيم بما يقع في السنة كلها من الاحياء والامانة وغيرهما حتى يكتب الحجاج وغيرهم الى السماء الدنيا) ای قاصدا الى السماء القريبة من اهل الدنيا المتلوثين بالمعصية المحتاجين الى انزال الرحمة عليهم فاذا ذيل المغفرة وظاهر الحديث ان هذا النزول المكتف به عن التجلي الاعظم ونزول الرحمة الكبرى والغفرة للعامة لا سيما اهل البقيع بعد هذه الليلة فمتاذا بذلك على سائر الاليان اذ النزول الوارد فيها خاص بثلاث الليل (فيغفر لاكثر من عدو دسعر غنم كلب) ای قبيلة بنى كلب وخصهم لانهم اكثر غنما من سائر العرب، نقله الالبهري عن الازهار ان المراد بغفران اكثر عدد الذنوب المغفورة لاعداء اصحابها وهكذا رواه البيهقي، اما ال حديث الآخر فيغفر لجميع خلقه فالمراد اصحابها، والحاصل ان هذه الوقت زمان التجليات الرحمانية وانتزلات الصمدية والتقربات السبحانية الشاملة للعام والخاص وان كان المحلل الاوني لا يباب الاختصاص فالمناسب الاستيفاض من نوم الغفلة والتعرض

بابہ رد البیعات

لنفعات الرحمة واذار رئیس المستغفرین وانیس المسترحین وشفیع الذنبین بل ورحمة للعالمین خصوصاً اموات المسلمین من الانصار والمهاجرین فلا یلیق لی الا ان اكون متغلباً بین یدئ نزل اذ عر بالمغفرة لا مئی واطلب زیادة الرحمة لذاتی فانه لیس لاحد ان یتغنی عن نعمته اویستکف عن عبادته والتعرض لخرائن رحمته وقد اراد الله له الخیر بالقیام وتوکل المنام ومتابعة سید الانوار و حصول المغفرة ببرکته علیه الصلوة والسلام انتهى (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ) فقط۔

کتبہ عزیز الرحمن علی شہ

۱۲ رمضان المبارک ۱۴۳۱ھ

احقر اشرف علی عرض رسا ہے کہ اسکے ساتھ ایک پرچہ بھی تھا اس میں لکھا تھا :

”بندہ نے جو کچھ اسکے متعلق لکھا ہے بڑے مولانا یعنی حضرت مولانا محمود حسن صاحب کلمہ کی مشن لیا ہے“

اور خلاصہ اس فیصلہ دیوبند کا یہ ہے :

”احقر کے دعوے کے حوجہ دیتے۔“

ایک برک حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وال ہے میں نے وجہ قصص فیلۃ الانبیا و انہ بالذات اعملا محالیت بنہ۔

دوسرا یہ کہ اس دعا پر دوسرے طرق ایصال ثواب ہو قیاس کیا جاسکتا ہے اس فیصلہ میں جزو اول کو ثابت رکھا ہے مگر عوارض کے سبب خروج الی المقبرۃ کے منع کو احوط لکھا ہے۔

۲۔ اور بعض علماء متاخرین کی تصریح بھی اس کی مؤید ہے، جیسا کہ دیگرین کے ایک کراؤ مرقومہ ۱۳ رمضان المبارک میں حضرت بحیہ مدیہ نے یہ عبارت لکھی ہے :

”یہ خیال دہاکہ فقہاء نے بھی لیلۃ البریۃ میں کہیں زیارت قبور کا استحباب لکھا“

یا نہیں ؟ تلاش کرنے کی فرصت رہی اور جو کہیں دیکھا گیا تصریح نہ ملی و البتہ

مولانا عبد الحلیم کھنوی نے رسالہ نور الایمان میں ایک غیر مستروب کتاب غزالیہ

کے حوالہ سے اس شب میں استحباب زیارت قبور نقل فرمایا ہے اور اس حوالہ سے

سے استدلال کیا ہے۔

تحقیق شب بربارت

اور دوسرے جزو کی نفی کی ہے، پس میں اپنے دعوے کے جزو ثانی سے رجوع کرتا ہوں اور جزو اول کے ثبوت کے بعد بھی خروج الخ المقبولہ کے منہ کو احوط سمجھتا ہوں اور حضرت علماء کے لئے دعا کرتا ہوں جنہوں نے میری رہبری فرمائی۔

ناظرین ”اصلاح الرسوم“ بالخصوص اس پر مطلع ہو جاویں، اور اگر ”اصلاح الرسوم“ کہیں طبع کی جاوے اس پر میرا یہ رجوع بطور حاشیہ کے لکھ دیا جاوے، فقط

۱۳۳۳ھ

(امداد الفتاویٰ ص ۲۶ ج ۲)

① ⑥ قال الامام ابن العریض رحمہ اللہ تعالیٰ :

”وہو العلم علی انھا لیلة القدر ومنہم من قال : انھا لیلة النصف من شعبان وهو باطل لان اللہ تعالیٰ قال فی کتابہ الصادق القاطع : ”شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن“ فنص علی ان میقات نزولہ رمضان ثم جری زمانہ الدلیل علیہما بقولہ : ”فی لیلة مبارکة“ فمن زعم انہ فی غیرہ فقد اعظم الغریۃ علی اللہ ، ولیس فی لیلة النصف من شعبان حللیت یقول علیہما فی فضلہا ولا فی نسخہ الاجال فیہا فلا تلتفتوا الیہا (احکام القرآن ۱۶۵۵ھ) ”جمہور علماء کا یہ فیصلہ ہے کہ یہ لیلة القدر ہے، اور بعض کا خیال ہے کہ نصف شعبان کی رات۔ یہ خیال بالکل باطل ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی سچی اور قطعی کتاب میں فرمایا ہے :

”شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن“

سوالہ تعالیٰ نے تصریح فرمادی ہے کہ قرآن رمضان میں نازل ہوا ہے، پھر یہاں شب نزول قرآن کو ”لیلة مبارکة“ سے تعبیر فرمایا، سو جس نے غیر رمضان میں نزول قرآن کا خیال ظاہر کیا اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا افتراء کیا، شب نصف شعبان کے بارے میں کوئی قابل اعتماد حدیث نہیں، نہ اس کی فضیلت کے بارے میں اور نہ اس میں تقدیر کے فیصلوں کے بارے میں، اس لئے اس رات کی طوت کوئی اتفات نہ کرو۔

② قال الامام القسطنطینی رحمہ اللہ تعالیٰ :

قلت : وقد ذکر حدیث عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا ص ۱۰۰ حب کتاب العروس، وخصاً

ان اللیلة التي یفرق فیہا کل امرحکیم لیلة النصف من شعبان، وانہا تسمى لیلة البراءة، وقد ذکرنا قولہ والرد علیہ فی غیر ہذا الموضع، وان الصحیح انما ہی لیلة القدر علی ما بیانا، روى حماد بن سامة قال اخبرنا ربيعة بن كلثوم قال : سألت رجلاً من الحسنة وادنا عنده فقال : يا ابا سعيد، ارايت ليلة القدر اذ في كل رمضان هي ؟ قال : اى والله الذى لا اله الا هو، انها في كل رمضان، انها الليلة التي يفرق فيها كل امرحکیم، فیہا یقضی اللہ کل خلق واجل ورزق وعمل الی مثلہا، وقال ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما : یکتب من ام الکتاب فی لیلة القدر، ما یکون فی السنة من موت وحیاة ورزق ومعلم حتی الحج، ینقال یحیی فلان ویحیی فلان، وقال فی هذه الآية : انزلنا من الرجل یشی فی الاسواق وقد وقع اسمہ فی الموت، وهذه الابانة لاحکام السنة انما هی للمملکة المولکین باسباب الخلق، وقد ذکرنا من المعنی انما، وقال القاضی ابوبکر بن العرفی : وجهہ العلماء علی انها لیلة القدر، ومنہم من قال : انها لیلة النصف من شعبان، وهو باطل لان اللہ تعالیٰ قال فی کتابہ الصادق القطاع : ”شهر رمضان الذى انزل فيه القرآن“ فنص على ان ميعات نزوله رمضان : ثم عين من زمانه الیك ههنا بقوله : ”فی لیلة مبارکة“ فمن زعم انه فی غیرہ فقد اعظم الفریة علی اللہ، ولین فی لیلة النصف من شعبان حدیث یعول علیہ الا فی فضلہا ولا فی نسخ الأجال فیہا فلا تلتفتوا الیہا (المجامع لاحکام القرآن ۱۶ ج ۱)

”کتاب العروس کے مصنف نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے طویل حدیث نقل کی ہے اور کہا ہے کہ آیت کریمہ : ”فیہا یفرق کل امرحکیم“ سے شب نصف شعبان مراد ہے، اس میں تقاریر کے فیصلے ہوتے ہیں، اور اسکا نام لیلة البراءة ہے ہم نے اس کے اس خیال پر دوسری جگہ رد کیا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ یہ لیلة القدر ہے۔ حماد بن سلمہ نے کہا کہ ہمیں ربیعہ بن کلثوم نے بتایا کہ ایک شخص نے میرے سامنے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا : ”کیا لیلة القدر ہر رمضان میں ہوتی ہے“

انہوں نے فرمایا :

”ہاں ! اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ! بلاشبہ وہ ہر رمضان میں ہوتی ہے۔ یہی وہ رات ہے جس کے بارے میں قرآن کریم میں فیہا یفرق کل امر حکیمہ وارد ہے ، اسی میں تقدیر کے فیصلے ہوتے ہیں ، اللہ تعالیٰ اسی رات میں پیداؤں ، موت ، رزق اور کام وغیرہ ہر چیز کا فیصلہ فرماتے ہیں“
اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں :

”لیلة القدر میں لوح محفوظ سے سال بھر میں جو کچھ ہونے والا ہے لکھا جاتا ہے ، موت ، حیات ، رزق ، بارش حتیٰ کہ یہ بھی کہ فلاں فلاں شخص حج کرے گا ، تو کسی کو بازاروں میں چلتے پھرتے دیکھتا ہے حالانکہ اس کا نام اموات میں لکھا جا چکا ہے اور یہ سال بھر کے احکام کا اظہار ان ملائکہ کے لئے ہوتا ہے جن کے سپرد اسباب خلق ہیں“

اور قاضی ابوبکر ابن العربی نے کہا ہے :

”جو مورعلماء کا یہ فیصلہ ہے کہ یہ لیلة القدر ہے اور بعض کا خیال ہے کہ نصف شعبان کی رات۔ یہ خیال بالکل باطل ہے ، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی سچی اور قطعی کتاب میں فرمایا ہے :

”لشہار رمضان الذی انزل فیہ القرآن“

سوال اللہ تعالیٰ نے تصریح فرمادی ہے کہ قرآن رمضان میں نازل ہوا ہے ، پھر یہاں شب نزول قرآن کو ”لیلة مبارکۃ“ سے تعبیر فرمایا ، سو میں نے غیر رمضان میں نزول قرآن کا خیال ظاہر کیا اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا فساد کیا ، شب نصف شعبان کے بارے میں کوئی قابل اعتماد حدیث نہیں ، نہ اس کی فضیلت کے بارے میں اور نہ اس میں تقدیر کے فیصلوں کے بارے میں ، اس لئے اس رات کی طرف کوئی التفات نہ کرو“

(۳) قال الحافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ :

”لیلة النصف من شعبان کان التابعون من اہل الشام کخالد بن معدان و مکحول ولقمان بن عامر وغیرہم یعظمونها ویجتہدون فیہا فی العبادۃ و تحقیق شب برات

عنہما اخذ الناس فضلها وتعظیمها وقد قيل ان، بلغهم في ذلك آثار
اسرائيلية فلما اشتهر ذلك عنهم في البلدان اختلفت الناس في ذلك فعنهم
من قبله منهم وروايتهم على تعظيمها منهم طائفة من عبادة اهل البصرة وغيرهم
وانكرو ذلك اكثر علماء الحجاز ومنهم عطاء وابو ابي مليكة ونقل عبد الرحمن بن
زيد بن اسلم عن فقهاء اهل المدينة وهو قول اصحاب مالك وغيرهم وقالوا
ذلك كله بدعة واختلاف علماء اهل الشام في صفة احياؤها على قولين أحدهما
انہ یستحب احياؤها جماعة في المسجد كان حال بن معدان وبقمان بن عامر
وغيرهما يلبسون فيها احسن ثيابهم ويتبخرون ويكتحلون ويقومون في المسجد
ليلة جمعة تلك ووافقه اسحق بن راهويج على ذلك وقال في قيامها في المساجد
جماعة ليس ذلك بدعة، نقل عنه حريز الكرماني في مسائله، والثاني انه يكره
الاجتماع فيها في المساجد للصلاة والقصر والدعاء ولا يكره ان يصلي الرجل
فيها الخاصة نفسه وهذا قول الاوزاعي امام اهل الشام وفقههم وعالمهم وهذا
هو الاقرب ان شاء الله تعالى وقد روي عن حماد بن عبد العزيز رحمه الله تعالى ان
كتب الى عامله الى البصرة عليك باربع ليالي من السنة فان الله يقرب فيهن الرحمة
افترقا اقول ليلة من رحمة وليلة النصف من شعبان وليلة الفطر وليلة الاضحية فان
صححة هذه نظروا قال الشافعي رضي الله تعالى عنه بلغنا ان الدعاء يستجاب في خمس ليال
ليلة الجمعة والعيدين واول من رحمة ونصف شعبان قال واستحب كل ما حكيت في هذه الليالي
والايجز خلاص امام احمد رحمه الله تعالى كلامه في ليلة نصف شعبان ويتخرج في استحب قيامها
عنه روايات من الرواة يثق عنه في قيام ليلة العيد فانه في رواية لم يستحب قيامها جماعة لانه
لم ينقل عن النبي صلى الله عليه وسلم واستحبها في رواية لفضل عبد الرحمن
ابن يزيد بن الاسود لذلك وهو من التابعين فذلك لك قيام ليلة النصف لم يثبت فيها
شيء عن النبي صلى الله عليه وسلم ولا عن اصحابه وثبت فيها عن طائفة من التابعين
من احاديث فقهاء اهل الشام (لطائفة المعارف ص ۱۴۷)

۱۱ شام کے بعض تابعین جیسے خالد بن معدان، کجول، بقمان بن عامر وغیرہم شب
نصف شعبان کی تعظیم کرتے تھے اور اس میں زیادہ عبادت کرنے کی کوشش کرتے تھے

انہی سے لوگوں نے اس رات کی فضیلت اور عظمت کو سنا لیا، اور دُشوق سے کہا گیا ہے کہ ان کو اس بارے میں، سرائیکی روایات پہنچی ہیں، جب ان کا یہ عمل مختلف شہروں میں مشہور ہو گیا تو علماء نے اس میں اختلاف کیا، بعض نے قبول کر لیا اور اس رات کی تعظیم میں ان سے موافقت کی، ان میں بصرہ کے عابدین وغیرہم کی ایک مختصر جماعت ہے، اور اکثر علماء حجاز نے اس سے انکار کیا، ان میں عطاء اور ابن ابی ملیکہ رحمہما اللہ تعالیٰ بھی ہیں، عبد الرحمن بن زید بن سلم نے فقہا مدینہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے بھی اسی طرح نقل کیا ہے، امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے اصحاب المدینہ سے فقہا رحمہم اللہ تعالیٰ کا بھی یہی قول ہے، وہ فرماتے ہیں کہ یہ سب بدعت ہے، پھر اس شب میں عبادت کے بارے میں اہل شام کے رد قول ہیں:

ایک یہ کہ مساجد میں باجماعت نوافل پڑھتے جائیں، خالد بن معدان اور ثقیان ابن عامر وغیرہ اس رات عمدہ لباس پہنتے تھے، خوشبو لگاتے، سرمہ لگاتے اور مسجد میں باجماعت نوافل پڑھتے، اسحق بن راہویہ نے بھی ان کی موافقت کی ہے، فرماتے ہیں کہ مسجد میں باجماعت پڑھنا بدعت نہیں۔

دوسرا قول یہ کہ مساجد میں نماز، وعظ اور دعا کے لئے اجتماع مکروہ ہے، انفرادی نماز پڑھنا مکروہ نہیں، یہ قول اہل شام کے امام، ثقیف، عالم، امام اوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے، اور یہی سنت سے قریب تر ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ انھوں نے بصرہ میں اپنے عامل کی طرف لکھا:

”چہا ر راتوں میں عبادت سنت ہے، ان راتوں کا اہتمام کرو، ان میں اللہ تعالیٰ خوب رحمت برساتے ہیں، رجب کی پہلی رات، شعبان کی پندرہویں، عید الفطر کی رات، عید الاضحیٰ کی رات“

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس روایت کی صحت مخدوش ہے، حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”ہمیں خبر پہنچی ہے کہ پانچ راتوں میں دعا قبول ہوتی ہے۔ جمعہ، عیدین، رجب کی پہلی اور نصف شعبان کی راتیں، ان راتوں کے بارے میں جو باتیں بھی نقل کی

گئی ہیں میں ان کو مستحب سمجھتا ہوں ۵

امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے نصف شعبان کی رات کے بارے میں کوئی تصریح معروف نہیں، آپ سے عیدین کی راتوں کے بارے میں دو روایتیں ہیں :
ایک روایت میں باجماعت قیام کو پسند نہیں فرمایا اس لئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول نہیں۔

دوسری روایت میں اس کو پسند فرمایا ہے، اس لئے کہ عبد الرحمن بن یزید بن الاسود رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایسا کیا ہے اور آپ تابعی ہیں، اور اکابر فقہاء اہل شام میں سے تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کی ایک جماعت سے بھی ثابت ہے ۶
(۴) وقال الامام ابو بکر الطرطوشي رحمه الله تعالى عنه :

وروي ابن فضال عن زييد بن اسلم رحمه الله تعالى قال : ما ادر كنا اجلاء من مشيختنا ولا فقهاءنا يلتفتون الى النصف من شعبان ولا يلتفتون الى حديث مكحول ولا يروون لها فضلا على ما سواها ،

وقيل لابن ابى مليكة ان زيادا النخعي يقول ان اجر ليلة النصف من شعبان كاجر ليلة القدر ، فقال : لو سمعته وبيلدى عصا لضربت به ، وكان زياد قاصدا للاحداث والبلد ص ۱۳۰

”زيد بن اسلم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

”ہم نے اپنے شیخ و فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے کسی کو بھی ایسا نہیں پایا جو نصف شعبان یا حدیث مکحول کی طرف کوئی التفات کرتا ہو، یہ حضرات اس رات کی دیرری عام راتوں پر کوئی فضیلت نہیں سمجھتے تھے۔

ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے کسی نے کہا کہ زیاد نخعی کہتا ہے :

”شب نصف شعبان کا اجر ليلة القدر کے برابر ہے ۷

یہ سن کر ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

”اگر میں اس کو یہ کہتے سنوں اور میرے ہاتھ میں لاشی ہو تو اس کو لاشی سے

ماروں ۸ ————— یہ زیاد قصہ خوان تھا ۹

(۵) وقال العلامة محمد طاهر البتنی رحمه الله تعالى :

تحقیق شب برات ————— ۱۳

قال زید بن اسلم رحمہ اللہ تعالیٰ : ما أدركنا أحدا من مشايخنا وفقهائنا يلتفتون إلى ليلة البراءة وفضلها على غيرها وقال ابن دحية : أحاديث صلوة البراءة موضوعة ورواها مقطوعة ومن عمل بخبرهم انك كاذب فهو من خدام الشيطان (تذكرة الموضوعات ص ۲۵)

زید بن اسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

”ہم نے اپنے مشایخ و فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے کسی کو بھی شبِ براءت کی فضیلت کی طرف التفات کرتے نہیں پایا“
ابن دحیہ فرماتے ہیں :

”صلوة براءت کے بارے میں جتنی بھی روایات ہیں سب موضوعہ ہیں اور ان میں سے ایک مقطوع ہے، جو شخص ایسی روایت پر عمل کرتا ہے جس کا جھوٹ ہونا ثابت ہو جائے وہ شیطان کے خادموں سے ہے۔“
(۶) آخر میں ”الحاق“ کے تحت ہے۔

ائمۃ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ :

اد پر نمبر ۶ کے تحت نمبر ۳ میں حافظ ابن رجب رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیق کے مطابق شبِ نصف شعبان سے متعلق ائمۃ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے اقوال کی تفصیل یہ ہے :

حضرت امام عظیم اور آپ کے اصحاب رحمہم اللہ تعالیٰ :

ائمۃ احناف رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے کسی سے بھی نصف شعبان کے بارے میں کوئی قول منقول نہیں۔

حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ :

آپ سے بھی کوئی قول منقول نہیں۔

اصحاب مالک رحمہم اللہ تعالیٰ :

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے اصحاب رحمہم اللہ تعالیٰ اس شب کی فضیلت کا انکار کرتے ہیں۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ :

آپ فرماتے ہیں :

”میں خیر پہنچی ہے میں ان کو مستحب سمجھتا ہوں“

تحقیق شبِ براءت ————— ۱۲

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پورے کلام پر غور کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کا یہ خیال بعض تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ سے پہنچنے والی روایات پر مبنی ہے، آپ کے علم میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث یا کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کوئی روایت نہ تھی اس پر شواہد یہ ہیں :

① بلغنا "ہم خبر پہنچی ہے"

آپ کے علم میں کوئی حدیث جوتی یا کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کوئی قول ہوتا تو بیان فرماتے۔
② واستحب كل ما حكيك في هذا الليالي

"ان راتوں کے بارے میں جو باتیں بھی نقل کی گئی ہیں میں ان کو مستحب سمجھتا ہوں" اس سے بھی ثابت ہوا کہ آپ کا قول استحباب صرف بعض تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ سے پہنچنے والی روایات پر مبنی ہے، پھر وہ روایات بھی کسی پختہ سند سے آپ تک نہیں پہنچیں، "رویت" ضیفہ تصنیف ہے، یہاں وہ بھی نہیں اس کی بجائے "حکیت" ہے جو اس سے بھی زیادہ ضعیف ہے۔

اور رجب کی پہلی اور عیدین کی راتوں میں عبادت کی فضیلت کے بارے میں کوئی روایت بھی قابل قبول نہیں،

قال الحافظ ابن القيم رحمه الله تعالى :

كل حديث في ذكر صوم رجب وصلاة بعض الليالي فيه فهو كذب مفترى

(المنار المنيف ص ۹۶)

"ہر وہ حدیث جس میں رجب کے روزے اور اس کی کسی رات میں نماز کا ذکر ہے

وہ جھوٹ اور افتراء ہے۔

علامہ شروکانی اور دوسرے ناقدین حدیث کا بھی یہی فیصلہ ہے۔

قال العلامة الالبانی :

(من احيا ليلة الفطر، وليلة الاضحية لم يميت قلبه يوم تموت الطلوع) موضوع

(سلسلة الضعيفة والموضوعة ۱/۱۱۰)

"جس نے عیدین کی راتوں میں عبادت کی اس کا دل اس دن نہیں مرے گا جس دن دل

مربی گئے، یہ حدیث موضوع ہے"

وقال ايضا :

”من قام ليلة العیدین بحسب الله لم يمت قلبه يوم تموت القلوب“ (ضعیف جداً
(حوالہ بالا)

”جس نے اللہ تعالیٰ سے اجر کی نیت سے عیدین کی راتوں میں نماز پڑھی اس کا دل نہیں
مرے گا جس دن دل مریں گے، یہ حدیث بہت زیادہ ضعیف ہے“

حضرت امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ :

آپ سے کوئی روایت منقول نہیں،

یہ امام ابن رجب رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۷۹۵ھ کی تحقیق ہے مگر محمد بن مفلح رحمہ اللہ تعالیٰ
متوفی ۸۳۵ھ فرماتے ہیں کہ امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے فضیلت کی روایت منقول پر دفعہ :
وليلة النصف لها فضيلة في المنقول عن احمد رحمه الله تعالى، وقد روى احمد و
جماعة من اصحابنا وغيرهم في فضلها اشياء مشهورة في كتب الحديث

(كتاب الفروع، كتاب الصلاة ۳ : ۱۱۸)

یہ دونوں حضرات جنسلی ہیں اور دونوں ایک ہی زمانہ میں گزرے ہیں اور دونوں ایک
ہی شہر دمشق کے رہنے والے ہیں، ابن مفلح مقدسی شمس دمشق ہیں اور ابن رجب بغدادی
شمس دمشق۔ اس کے باوجود اپنے امام سے روایت کے بارے میں اختلاف ہے، رفع تعارض
کی یہ صورتیں ہوتی ہیں :

① في المنقول عن احمد سے روایت مذہب مراد نہیں، روایت حدیث مراد ہے کہ

هو ظاهر من قوله ”كتبنا الحديث“ روایت حدیث روایت مذہب کو مستلزم نہیں۔

② قیام نصف شعبان کی کوئی مستقل روایت نہیں بلکہ اس کی تخریج قیام لیلۃ

العیدین سے کی گئی ہے، کہا قال ابن رجب رحمه الله تعالى۔

③ ابن رجب رحمہ اللہ تعالیٰ زیادہ شہور اور زیادہ مقبول ہیں، اس لئے انکی تحقیق راجح
معلوم ہوتی ہے۔

ابن رجب رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات ابن مفلح رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات سے بیس سال بعد

ہوتی ہے، اس کے باوجود وہ روایت احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے منکر ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے

کہ وہ قول ابن مفلح رحمہ اللہ تعالیٰ کے محمل سے بخوبی واقف ہو گئے، خواہ وہ ان دو محامل میں سے

کوئی ہو جو میں نے لکھے ہیں یا کوئی ماور۔

اگر امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے کوئی روایت ہو بھی تو وہ اتنی غیر معروف ہے کہ تفسیری حدیث کے وسط سے آٹھویں ص ۱۰۵ کے آخر تک ساڑھے پانچ سو سال کے طویل عرصہ میں بھی مذہب حنبلی کے جلیل القدر امام ابن رجب رحمہ اللہ تعالیٰ تک نہیں پہنچ سکی۔

دوسرا اختلاف :

ابن رجب رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۷۹۵ھ کی تحقیق مذکور سے ثابت ہوتا ہے کہ فقہاء اہل مدینہ، اصحاب مالک اور اکثر علماء حجاز نفس فضیلت ہی کے منکر ہیں اور ختم غیظی فرماتے ہیں کہ یہ حضرات نفس فضیلت کے منکر نہیں صرف اجتماع و احتفال کو بدعت قرار دیتے ہیں، انفرادی احتساب کے قائل ہیں۔ کذا نقل عنہ الزیلعی رحمہ اللہ تعالیٰ المتوفی ۵۱۲ھ فی الاختلاف (۲: ۳۷۴)

وکن اقال الشریفلانی رحمہ اللہ تعالیٰ المتوفی ۹۹۰ھ ولہ بعضہ الی الحد (مرآۃ الفلاح ص ۱۷۱) تطبیق کی کوئی صورت نظر نہیں آتی لہذا صورت ترجیح ہی متعین ہے، ابن رجب رحمہ اللہ تعالیٰ مذہب کے شہور امام ہونے کے علاوہ لحاظ زمان و درجہ بھی بہت متقدم ہیں، ختم غیظی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۸۵۰ھ دو سو سال بعد گزرے ہیں، پھر آپ سے ناقل زبیدی "تکمیل سنن سوال کا فصل ہے، اگر غیظی کی کسی کتاب میں ہے تو وہ ابن رجب کی کتاب جیسی معروف نہیں۔

شریفلانی رحمہ اللہ تعالیٰ ابن رجب رحمہ اللہ تعالیٰ سے تین سو سال بعد گزرے ہیں، آپ نے کوئی حوالہ بھی تحریر نہیں فرمایا، ممکن ہے کہ ختم غیظی ہی سے نقل کیا ہو، جس کا حال اوپر لکھا جا چکا ہے، اس لئے یہ قول امام ابن رجب رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیق کے مقابلہ کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

اس اختلاف کا اس حقیقت پر کوئی اثر نہیں پڑتا کہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے نصف شعبان کی فضیلت کے بارے میں کسی قسم کی کوئی روایت نہیں۔

یہ تحقیق ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے ملتی تھی، اس میں شبہ نہیں کہ چاروں ائمہ کے جمہور متقدمین نفس فضیلت کے قائل ہیں۔

روایات خلافت :

قال الامام ابن رجب رحمہ اللہ تعالیٰ :

وفي فضل ليلة نصف شعبان احاديث اخر متعدده وقد اختلف فيها اضعفها الاكثر وقد صحح ابن حبان بعضها وخرج في صحيحه ومن امثلها حديث عائشة رضي الله تعالى عنها قالت

تحقيق شب براءت ۱۴

قد رت النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث خرجه الامام احمد والترمذی وابن ماجہ و ذکر الترمذی عن
البخاری انه ضعفه (لطائف المعارف ص ۱۲۲)

”شب نصف شعبان کی فضیلت میں اور متعدد احادیث ہیں جن میں اختلاف ہے، اکثر شہین
نے ان کو ضعیف قرار دیا ہے، ابن حبان نے ان میں سے بعض کو صحیح کہا ہے اور اسی کتاب
”صحیح ابن حبان“ میں ذکر کیا ہے، ان میں سب سے بہتر حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہے۔
اس حدیث کی تخریج امام احمد، ترمذی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے کی ہے، امام بخاری
رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔“

اس سے ثابت ہوا کہ جس حدیث کو ابن حبان رحمہ اللہ تعالیٰ نے صحیح سمجھ کر اپنی کتاب میں درج
فرمایا ہے وہ اس حدیث سے بھی زیادہ ضعیف ہے جس کو امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ضعیف قرار دیا ہے۔
ضعیف حدیث کے غلط تفصیل رسالہ ”حدیث ضعیف پر عمل کرنے میں مفاسد“ میں ہے۔

الحقائق :

بوقت تحریر منکرین فضیلت کی تفصیل سے متعلق پانچ کتابیں سامنے تھیں جن کی عبارات
لکھی جا چکی ہیں، تکمیل تحریر کے بعد چھٹی کتاب اقتضای الصراط المستقیم ابن تیمیہ میں بھی منکرین
تفضیل کا بیان مل گیا جو درج ذیل ہے :

⑥ قال الامام ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ :

ومن العلماء من السلف من اهل المدينة وغيرهم من الخلف : من انكر فضائلها
وضعف في الاحاديث الواردة فيها كحديث " ان الله يفضي فيها لأكف من عدد شعير
عظم بني كلب " وقال : لا فرق بين هاذين غيرهما -

نکتہ الہی علیہ کثیر من اهل العلم و اکثرهم من اصحابنا وغيرهم : علی تفضيلها،
وعليه يدل نص احمد رحمہ اللہ تعالیٰ ، لتعدد الاحاديث الواردة فيها، ودلائل
ذلائ من الاشرار السلفية وروی بعض فضائلها في المسانيد والسنن، وان كان قد
وضع فيها اشياء اخر - فاما صوم يوم النسيئة مفردا فلا اصل له بل افردا ككروك
(اقتضای الصراط المستقیم ص ۱۲۲)

”اہل مدینہ سے علماء سلف اور غیر اہل مدینہ سے بھی بعض علماء خلف نے اس
رات کی فضیلت کا انکار کیا ہے اور اس بارے میں احادیث واردہ کو ناقابل

اعتبار قرار دیا ہے،

لیکن بہت سے یا اکثر اہل علم اس کی فضیلت کے قائل ہیں، امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصریح سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے، اس بارے میں متعدد احادیث اور آثار سلف کی وجہ سے، اس رات کے بعض فضائل مسانید و سنن میں مروی ہیں اگرچہ اس میں یقیناً کئی خود ساختہ اور سنگھڑت چیزیں بھی داخل کر دی گئی ہیں۔ اس دن کے روزہ کا کوئی ثبوت نہیں، بلکہ نہ اس دن کا روزہ رکھنا مکروہ ہے۔

اس سے امور ذیل ثابت ہوئے :

① امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت تفصیل کا ثبوت،

تاہم یہ حقیقت نظر انداز نہیں کی جاسکتی کہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات ۷۲۸ھ میں ہوئی ہے اور امام ابن رجب رحمہ اللہ تعالیٰ کی ۷۹۵ھ میں۔ سترھ سال کی طویل مدت میں بھی یہ روایت امام ابن رجب رحمہ اللہ تعالیٰ تک نہیں پہنچ پائی جبکہ آپ مندرجہ جلی کے مشہور امام ہیں، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ روایت بہت ہی غیر معروف ہے اس لئے امام ابن رجب رحمہ اللہ تعالیٰ نے ”ولا یعرفہ“ لای۱۲۱ احمد لکھ اللہ تعالیٰ کلام فرمایا ہے۔

② اس سے امام ابن رجب رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیق کی مزید تائید ہو گئی اور یہ حقیقت مزید واضح ہو گئی کہ علماء مدینہ و اصحاب مالک رحمہم اللہ تعالیٰ نفس فضیلت کے منکرین، نجم خلی رحمہم اللہ تعالیٰ کا یہ خیال صحیح نہیں کہ یہ حضرات صرف اجتماع و احتفال کے منکر ہیں نفس فضیلت کے قائل ہیں۔ علامہ طروش اور علامہ پٹنی رحمہما اللہ تعالیٰ کی تحریرات میں بھی نفس فضیلت کے انکار کی تصریح گزر چکی ہے اور زید بن اسلم رحمہ اللہ کا یہ ارشاد بھی :

”ما ادرکت احدنا من مشایخنا و فقہائنا یفقتون الی لیلۃ البلاء و فضلہا علی غیرہا۔ ہم نے اپنے مشایخ اور فقہار میں سے کسی ایک کو بھی ایسا نہیں پایا جو شب براءت کی طرف کوئی التفات کرے تاہم اور اس کو دوسری راتوں پر فضیلت دیتا ہو“

زید بن اسلم رحمہ اللہ تعالیٰ بہت جلیل القدر تابعی اور بہت بڑے محدث و فقیہ ہیں، آپ کے مشایخ و فقہاء حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور کبار تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ ہیں، اور اسلاف فقہاء مدینہ بھی حضرات ہیں، اس لئے کہ آپ مدنی ہیں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۲ ربیع الاول ۱۴۱۳ ہجری

شبِ برات اور مسلمان

== اس زمانہ کے مسلمانوں کا ذوق ==

○ — ترک منکرات و معاصی ظاہرہ و باطنہ کی بجائے صرف فضائل کی طرف توجہ اور دنیا و آخرت کی فلاح و بہبود کے لئے اسی کو کافی سمجھنا، بلکہ اسی سے ولایت کے تمام درجات حاصل کر لینا۔

○ — فضائل ماثورہ کو چھوڑ کر خود ساختہ فضائل اور روایات موضوعہ کا اتباع۔

== صراطِ مستقیم ==

اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح ارشادات کے مطابق دنیا و آخرت دونوں میں کامیابی و کامرانی کا واحد راستہ یہ ہے کہ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی سے بچنے اور دوسروں کو بچانے کی کوشش کی جائے،

خیر اللہ! بکثرت جاری رکھنے کا اہتمام کیا جائے اور عبادتِ نافلہ زیادہ سے زیادہ کی جائیں مگر طریقِ مسنون کے مطابق سے

بزہد و ورع کوشش و صدق و صفا

وایک ن میفرمائے بر مصطفیٰ !



بسم اللہ الرحمن الرحیم

شبِ برات میں شیعہ کی خباثت

سوال : شبِ برات میں حلوا پکانے اور آتش بازی کا شریعت میں کوئی ثبوت ہے؟ بیّنوا توجہوا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اس رات کا نام ”شبِ برات“ کسی حدیث سے ثابت نہیں، اس شب میں استغفار و توبہ پر مغفرت اور عذابِ جہنم سے نجات کے بارے میں ضعیف روایات ہیں؛ شاید اس وجہ سے اس کا نام ”شبِ برات“ مشہور ہو گیا ہو، برات بمعنی نجات۔

بعض کا خیال ہے کہ یہ نام شیعہ نے رکھا ہے، وہ اس میں حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر تبرک کرتے ہیں اس لئے اسے ”شبِ برات“ کہتے ہیں یعنی ”تبرک کی رات“ مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے ”تبرک“ کی جگہ اسی کا ہم معنی لفظ ”برات“ لگا کر مسلمانوں میں پھیلا دیا۔

یہ خیال کچھ بعید نہیں بلکہ قرین قیاس ہے، اس لئے کہ یہ حقیقت کوئی دھکی چھپی نہیں کہ شیعہ نے بذریعہ تقیہ اور مکر و فریب اپنے مذہب کے بہت سے عقائد مسلمانوں کی قلوب کی گہرائیوں میں اس طرح اتار دیئے ہیں اور راسخ کر دیئے ہیں کہ مسلمان ان کو بلاشبہ عقائدِ اسلام سمجھ رہے ہیں اور بیشتر باتیں نہایت مکاری و عیاری سے مسلمانوں میں اس طرح عام پھیلا دی ہیں کہ ان کو اس کا کوئی شعور نہیں، ان میں سے صرف چند مثالیں رسالہ ”منکراتِ محرم“ میں ہیں۔

شیعہ کا خیال ہے کہ نصف شعبان کی شب میں ان کے امام مہدی کی

ولادت ہوئی ہے اس لئے وہ اس رات اور دن کو بہت مبارک سمجھتے ہیں، ولادتِ امام کی خوشی میں حلو اخوری اور آتش بازی کرتے ہیں، پٹاخے چھوڑتے ہیں اور امام مہدی کے خلیفہ سوم حسین بن روح کے نام پر چوں میں اپنی حاجات لکھ کر کنوئیں یا دریا میں ڈالتے ہیں تاکہ وہ ان کی درخواستیں امام مہدی کے ہاں پیش کرے۔

نصف شعبان کے بارے میں ان کا یہ عقیدہ و عمل بہت مشہور اور ان کی کتابوں میں مذکور ہے، جن میں سے کتاب "تحفۃ العوام" اس زمانے میں بہت مشہور و مقبول ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ولادتِ مہدی کا خیال ہی سرے سے باطل اور ان کا من گھڑت افسانہ ہے چہ جائیکہ اس کی نصف شعبان کی طرف نسبت۔ مذہبِ شیعہ میں تیسرے امام "حسین" کے سوا ہر امام کا امام سابق کی اولاد میں ہونا ضروری ہے، اور اصول کافی وغیرہ کی تصریح کے مطابق گیارہواں امام "حسن عسکری" لا ولد تھا، حکومت نے پوری تفتیش اور مکمل تحقیق کے بعد اس کو لا ولد قرار دیکر اس کے بھائی کو میراث دلائی۔

شیعہ کو اپنے اس عقیدہ کے مطابق حسن عسکری کی اولاد سے بارہواں امام ثابت کرنے کی مشکل پیش آئی تو اس کو حل کرنے کے لئے یہ افسانہ گھڑا کہ حسن عسکری کے انتقال سے چار یا پانچ سال پہلے اس کے گھر امام مہدی پیدا ہوا جو عوام کو نظر نہیں آتا تھا اور حسن عسکری کے انتقال سے دس روز پہلے صرف چار یا پانچ سال کا یہ بچہ چالیس ہاتھ لیا اور اونٹ کی ران جتنا موٹا قرآن اور تمام انبیاء سابقین علیہم السلام پر نازل شدہ کتابیں اور وہ سارا سامان جو ہر امام کے پاس رہتا تھا سب اٹھا کر غارِ سرمن راہی میں غائب ہو گیا،

شیعہ کی خواہش۔

یہ پوری تفصیل اصول کافی میں کئی مختلف ابواب میں ہے۔
 بزعم شیعہ مہدی کی غیبت صغریٰ کی ابتداء سے غیبت کبریٰ تک
 اس کے چار نائب علی الترتیب گزرے ہیں جن کو مہدی کے مقام رہائش
 کا علم تھا :

① ابو عثمان بن سعید

② محمد بن عثمان بن سعید

③ حسین بن روح

④ علی بن محمد

حاجت براری کے لئے پہلے دو کو غالباً اس لئے پسند نہیں کیا کہ
 اول کا نام عثمان ہے اور اس نے اپنے ایک بیٹے کا نام عمر رکھا۔
 دوسرے نائب کو اس لئے چھوڑا کہ نائب اول "عثمان" کا بیٹا ہے۔
 شیعہ ولادت مہدی کی خوشی میں اس رات حلو اخوری کرتے ہیں۔
 مسلمانوں کو یوں دھوکا دیا :

"اس تاریخ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دانت مبارک
 شہید ہوا تھا اس لئے حلو ا کھاؤ۔"

حالاً حکم وہ غزوہ احد کا واقعہ ہے جو سوال میں ہوا ہے، پھر یہ بھی
 عجیب عشق ہے :

"محبوب کا دانت شہید ہوا تم حلو ا کھاؤ۔"

۵ ہم فراق یار میں گھل گھل کے ہاتھی ہو گئے
 اتنے گھلے اتنے گھلے رستم کے ساتھی ہو گئے

واللہ العلام من جمیع الفتن

۲۱ شعبان ۱۴۱۱ھ ہجری

نصف شعبان میں ایصالِ ثواب

سوال : شعبان کی پندرہویں رات قبرستان میں جانے اور اموات کو ایصالِ ثواب کر نیک عام دستور ہے، اس بارے میں ترغیبت کا کیا حکم ہے؟ بینوا تو جو راہ
الجواب کا باسم ملہم الصواب

امداد الفتاویٰ میں اس پر طویل بحث ہے جس کا خلاصہ یہ ہے :
”مولانا محمد صدیق صاحب کا ندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیق کے مطابق اس رات میں ایصالِ ثواب ثابت نہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یقین تشریف لیجا اور دعا ثابت ہے مگر یہ اس رات کی خصوصیت نہ تھی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا روزانہ کا معمول اور عادت مستمرہ تھی۔ حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے آخر میں نصف شعبان کے ذکر سے اس رات کی تخصیص معلوم ہوتی ہے مگر بقول ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس روایت کی تضعیف فرمائی ہے، اس روایت میں نصف شعبان کی زیادتی میں حجاج مشغول ہے جو سیۃ الحفظ اور مجروح ہے، علاوہ ازیں اس میں دو جگہ انقطاع ہے، حجاج کو کبھی سے اور کبھی کو عروہ سے سماع حاصل نہیں۔

اس زیادتی کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو بھی اس سے استدلال صحیح نہیں، اس لئے کہ اس میں خروج الی البقیع کی وجہ بتانا مقصود نہیں بلکہ وقت معبود سے قبل خروج کی وجہ بتائی گئی ہے، عادت مستمرہ آخر

لیل میں خروج کی تھی مگر اس شب اول لیل میں خروج ہوا، اس لئے کہ دوسری راتوں میں سماء دنیا کی طرف نزول آخر لیل میں ہوتا ہے اور اس شب ابتدا لیل سے ہی ہو جاتا ہے، اس لئے قبرستان میں جا کر دعا کرنے کو اس رات کے احکام و فضائل میں شمار کرنا صحیح نہیں۔

دوسرے علماء قبرستان جا کر اموات کے لئے دعا کرنے کو حدیث مذکور کا مدلول قرار دیکر استحباب کے قائل ہیں، مگر فساد اعتقاد و قبائح عملیہ کے پیش نظر قبرستان جانے سے منع فرماتے ہیں۔

ایصالِ ثواب کے لئے اس شب کی تخصیص کے عدم ثبوت پر سب کا اتفاق ہے، اس شب کی فضیلت کی وجہ سے اس میں صدقہ کرنے میں مضائقہ نہیں، مگر عوام کے زعمِ تعین و تخصیص کی وجہ سے اس سے منع فرمایا ہے۔

حضرت حکیم الامتہ قدس سرہ نے بہشتی زیور اور اصلاح الرسوم میں ایصال

ثواب کی سنیت تحریر فرمائی ہے جس سے امداد الفتاویٰ میں رجوع کا اعلان فرمایا ہے اور یہ ہدایت فرمائی ہے کہ اصلاح الرسوم کہیں طبع کی جائے تو اس مقام پر یہ رجوع بطور حاشیہ لکھ دیا جائے۔

امداد الفتاویٰ جلد چہارم کی ابتداء میں طویل بحث کے بعد آخر میں اکابر علماء دیوبند کا فیصلہ درج ہے جس کا خلاصہ اوپر لکھ دیا ہے اور رسالہ ”تحقیق شبِ برات“ میں یہ فیصلہ پورا نقل کر دیا ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

۸ شعبان ۱۴۱۱ھ





کَفَى بِالْمَرْءِ كِبًا أَنْ يَحْدِثَ رَجُلًا مَا سَمِعَ (مسلم)
انسان کے جھوٹا ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ جو بات بھی سنے (بلا تحقیق) بتایا کرے



حَدِيثُ ضَعِيفٍ

پر
عمل کرنے میں مفاسد



حضور اکرم ﷺ کا فیصلہ

اصول حدیث میں ایک بہت اہم قاعدہ

حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ کے تنبیہات

عقل سلیم و فہم مستقیم

تغییرات زمانہ پر فقیہانہ نظر

اپنے موضوع میں منفرد تنقید بے مثال تحقیق



حدیث ضعیف پر عمل کرنے میں

مفاسد

تاریخ تالیف ————— رمضان ۱۳۱۱ھ

تاریخ اشاعت ————— ۱۳۱۲ھ

عام طور پر مشہور ہے کہ فضائل میں حدیث
ضعیف پر عمل کرنا جائز ہے۔

اس رسالہ میں

حدیث ، اقوال حدیث و قصص فقہ سے

ثابت کیا گیا ہے کہ یہ حکم عام نہیں بلکہ اسکے لئے

بہت سی قیود و شروط ہیں جو اس زمانہ میں مفقود ہیں

لہذا فضائل میں بھی حدیث ضعیف پر عمل کرنا جائز

نہیں۔

مکتبہ دارالافتاء



عمل بالکی رت الضعیف میں مفاسد

سوال : مشہور ہے کہ فضائل میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز ہے، کیا یہ مطلقاً صحیح ہے یا اس میں کوئی تفصیل ہے؟ بیٹنوا تو جروا

الجواب باسماہلہ الصواب

ضعیف حدیث پر عمل کرنے میں مندرجہ ذیل مفاسد ہیں :

① اس میں یہ شرط ہے کہ اس عمل کو سنت نہ سمجھا جائے،

اور حال یہ ہے کہ غور و تدبر سے اس بلکہ مشہور علماء اور مقتدی حضرات بھی ایسے اعمال کو سنت سمجھتے ہیں، بالخصوص شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی کتاب ”ما ثبت بالسنة“ کا نام دیکھ کر اس میں مذکورہ سب اعمال کو مستثنیٰ سمجھا جاتا ہے، حالانکہ اس میں بھی اکثر روایات اسی قسم کی ہیں۔

② یہ شرط بھی ہے کہ روایت ضعیف سے کوئی حکم شرعی ثابت نہ کیا جائے،

اور اعتقاد فضیلت حکم شرعی ہے البتہ خیال فضیلت حکم شرعی نہیں۔

③ یہ شرط بھی ہے کہ روایت میں ضعف شدید نہ ہو،

اور فضائل سے متعلقہ اکثر روایات کا حال یہ ہے کہ صرف ضعیف شدید ہی نہیں، بلکہ موضوعہ ہیں، بیشتر نئے موضوع ہونے کی تو اصحاب فن نے تصریح فرمائی ہے اور بقیہ کے بارے میں بھی بوجہ ذیل یہی ظن غالب ہے۔

① ان کے رواد و ضاع، روافض اور صوفیہ میں۔

وضع احادیث میں روافض کا کردار اتنا واضح اور اس قدر ٹھوس ہے کہ مزید وضاحت کی حاجت نہیں، علاوہ ازیں اس کی تفصیل تحریر میں لانے کے لئے مختصر مضمون کافی نہیں، دفاتر کے دفاتر درکار ہیں۔

وضع احادیث کے فن میں صوفیہ کے کارناموں سے بھی کتب حدیث و رجال بھری

پڑی ہیں۔

قال الامام مسلم رحمه الله تعالى :

قال يحيى بن سعيد القطان رحمه الله تعالى لم تر الصالحين في شيء اكدب منهم في الحديث (الى قوله) لم تر اهل الخير في شيء اكدب منهم في الحديث قال مسلم يقول يجرى الكذب على لسانهم ولا يتعمدون الكذب -

وقال العلامة العثامی رحمه الله تعالى :

قال عیاض رحمه الله تعالى وقد يقع في الكذب على رسول الله صلى الله عليه وسلم من غلبت عليه العبادة ولم يكن معه علم فيضع الحديث في فضائل الاعمال ووجوه البر ويتساهلون في رواية ضعيفها ومنكرها و موضوعاتها كما قد حكى عنه كثير منهم واعتز به بعضهم وهم يحسبون لقلة علمهم انهم يحسنون صنعها والحكايات في هذا الباب كثيرة ذكر

نبذها السيوطی رحمه الله تعالى في التذريب - (فتح الملهم ص ۳۳ ج ۱)

(۲) چوتھی صدی تک ان روایات کا وجود نہیں ملتا، صرف متاخرین کی تصانیف

میں ہیں، مثلاً شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کیطرف منسوب ”غنیۃ الطالبین“

ابوطالب مکی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ”تورت القلوب“ امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ کی

”احیاء العلوم“، ”وانتہ القلوب“ ”کیمیائے سعادت“ حافظ جلال الدین سیوطی

رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصانیف اور شیخ عبد الحق دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ”ما ثبت بالسنة“

کتب متقدمین میں کسی حدیث کا وجود نہ ملنا اسکے موضوع ہونے کی دلیل ہے،

قال الامام البیهقی رحمه الله تعالى :

من جاء اليوم بخديشة لا يوجد عند الجميع لا يقبل (فتح المغیث ص ۹۷)

مقدمۃ ابن الصلاح ص ۱)

وقال الشاہ ولی الله رحمه الله تعالى :

وطبقہ راجعہ احادیثیہ کہ نام و نشان انہا در قرون سابقہ معلوم نیور و متاخرین

اکن راروایت کردہ اند پس حال انہا از دوشق خالی نیست یا سلف تقصیر کردند

و انہا را اصل نیافتہ اند تا مشغول بروایت انہا می شدند یا یافتند و دران قدیمی

وعلتی دیدند کہ باعث شد ہمہ آنها را بر ترک روایت آنها،
وعلیٰ کل تقدیر این احادیث قابل اعتماد نیستند کہ در اثبات عقیدہ یا عملی
بآنها تمسک کردہ شود و لہذا ما قال بعض الشیوخ فی امثال ہذا ۵
فان کنت (ادری) فتلك مصیبة
وان کنت تدری فالمصیبة اعظم

و این قسم احادیث را بسیار سے از محدثین زورہ است و بجهت کثرت طرق این احادیث
کہ درین قسم کتب موجودند مغرور شدہ حکم بر تو را تر آنها نمودہ و در مقام قطع و یقین بدان
تمسک جستہ برخلاف احادیث طبقات اولی و ثانیہ و ثالثہ مندرجہ بر آوردہ اند و درین
قسم احادیث کتب بسیار مصنفہ شدہ اند۔ (الی قولہ) و مایہ تصانیف شیخ جلال الدین
سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ در رسائل و نوادر خود ہمین کتابہاست (عجلاً نافعہ ص ۷)
امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۴۵۸ھ پانچویں صدی کے نصف اول میں گزرے ہیں،
تیسری صدی میں امیر المؤمنین حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کے فرمان پر پورے
اسلامی قلم رومیں جلیل القدر محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ نے خوب محنت و جانفشانی اور بہت تغیر و
تغییر سے تدوین حدیث کا کام مکمل کر لیا تھا، اس لئے حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے
ارشاد فرمودہ اصول کے مطابق جو کچھ تیسری صدی میں پیدا ہونے والی روایات بھی طبقہ رابعہ میں
داخل معلوم ہوتی ہیں، مزید توسیع سے کام لیا جائے تو پانچویں صدی کی روایات تو امام بیہقی
رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصریح کے مطابق یقیناً ناقابل قبول ہیں۔

کتب مذکورہ کی روایات کے غیر معتبر ہونے پر صرف یہی دلیل نہیں کہ متقدمین کے ہاں
ان کا کوئی سراغ نہیں ملتا بلکہ اس سے بھی بڑی آفت یہ ہے کہ ان کے رواۃ، وضاع،
روافض، صوفیہ، مناکیر و مجاہیل ہیں، کما هو ظاہر من لہ مسئلۃ من فن الرجال۔
۲۷ رجب، لیلة عرفة والعیدین میں عبادت کی فضیلت سے متعلق روایات
سب اسی قسم کی ہیں، نصف شعبان کے بارے میں بھی اکثر روایات کا یہی حال ہے۔

یہ صحیح ہے کہ روایات ضعیفہ کے تعدد سے قوت آجاتی ہے مگر کتب مذکورہ کے بیشتر
رواۃ ایسے ہیں کہ ان جیسوں کا عدد ہزار سے بھی بڑھ جائے تو بھی ان پر اعتماد کرنا جائز
نہیں، الخبیث لا یزید الخبیثا۔

ادھر شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیق گزر چکی ہے کہ ایسی روایات کو بہت سے محدثین بھی مستورات شاعر نے لگے ہیں جن کا اصلاً کوئی ثبوت ہی نہیں۔

۲۷ رجب کی تو کوئی فضیلت ہے ہی نہیں۔ اس سے متعلق سب روایات روافض کی خزانہ زاد ہیں۔

نصف شعبان کے بارے میں اکثر روایات موضوعہ ہیں، بعض ضعیفہ ہیں ان کے بارے میں اختلاف ہے، بعض علماء نے ان کو بھی رد کر دیا ہے۔ جمہور ان روایات کے پیش نظر اس شب کی فضیلت اور اس میں عبادت مطلقہ کے استحباب کے قائل ہیں اس رات میں ایصالِ ثواب اور دن کا روزہ بالاتفاق ثابت نہیں۔ اس زمانہ میں قبرستان جانا بھی بالاتفاق ممنوع ہے تفصیل رسالہ ”تحقیق شبِ برات“ میں ہے۔

شبِ عرفہ و عیدین کی فضیلت ثابت ہے مگر کسی رات یا دن کی فضیلت سے اس میں کسی عبادت غیر مأثورہ کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی، بلکہ اس کی تخصیص سے صراحۃً ممانعت وارد ہوتی ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تفتخوا ليلة الجمعة بقيام من بين الليالي ولا تفتخوا يوم الجمعة بصيام من بين الايام (مسلم)

واللہ هو العاصم من المجلدات في الدين

۷ رمضان سنہ ۱۴۱۱ھ

